جمیل آذر کا ادبی سفر

ڈاکٹر محمد رحمان / بخت محمد خان
پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر / اسسٹنٹ پروفیسر
شعبۂ اردو ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

ABSTRACT

Jamil Aazar occupies Prominent place in Urdu Literature. His contribution in this regard is timeless and will be remembered for a long time.He has remarkable work in Urdu inshaiya.His contribution in Criticism, translation as well as colums writing in different English Newspaper is also extra ordinary.

This Article is focused on the life and his contribution in Urdu literature and particularly in Urdu inshaiya.

اردو ادب کے قدیم نثر نگاروں کے ہاں انشائیے کے نمونے کثرت سے پائے جاتے ہیں جن میں سر سید احمد خان، سجاد حیدر اور فلک پیما کی تحریریں قابل ذکر ہیں۔ لیکن اردو ادب میں جدید انشائیے کا بانی ڈاکٹر وزیر آغا کو سمجھا جاتا ہے۔ انشائیہ کی تحریک کا روح

رواں ڈاکٹر وزیر آغا تھے لیکن اس تحریک کو آگے لے جانے میں ان کے قریبی رفقائے کار کی اہمیت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ان اصحاب میں مشتاق قمر اور جمیل آذر نمایا ل ہیں۔ انہوں نے انشائیہ کے نوزائندہ پودے کے عروج میں ڈاکٹر وزیر آغا کا بھرپور سا تھ دیا اور اس صنف کو دیگر مقبول و مشہور اصنافِ ادب کی صف میں لا کھڑا کر د یا۔ اگرچہ مشتاق قمر کے ساتھ زندگی نے زیادہ وفا نہیں کی لیکن جمیل آذر نے آخری دم تک بہترین انشائیے لکھ کر اس صنف کے ارتقاء میں مرکزی کردار ادا کیا۔

جمیل آذر ۳۰ جون ۱۹۳۰ء کو انبالہ میں پیدا ہوئے۔ اپ کے والد صاحب کا نام علی جا ن اور والدہ صاحبہ کا نام بشیر اَ تھا۔

اپنے نام کے ساتھ "آذر" لکھنے کے بارے میں کہتے ہیں:

"آذر میرا قلمی نام ہے آزر کے لغوی معنی گندم کی شاخ کا تنا کے ہے۔"(۱)

اپنے بزرگوں کے پس منظر کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

"میرے والد صاحب تجارت کرتے تھے اور
پہلوانی میں شہرت حاصل کی، اور بحیثیت ذات
قریشی ہے۔"(۲)

چونکہ بزرگ تجارت پیشہ تھے اس لیے والد صاحب نے بھی تجارت کو پیشے کے طور پر ا پنایا۔ جمیل آذر کی عمر صرف چار سال تھی جب ان کے والد انبالہ سے ہجرت کر کے چک ۴۹۲، ضلع لائل پور (فیصل آباد) میں مقیم ہوئے جہاں پر ان کے ایک دیرینہ دو ست رحیم بخش رہتے تھے۔ لائل پور کو جانے کی بڑی وجہ وہاں کے پہلوانوں کو پہلوانی کے گر سیکھانا تھی۔ اس کے بعد ان کے والد صاحب نے لاہور کا رخ کیا اور وہاں پر چھ سال قیام کے بعد واپس انبالہ چلے گیے۔ جمیل آذر نے دین سے متعلق ابتدائی تعلیم

حافظ سکندر سے حاصل کی جو نابینا تھے۔ قرآن شریف ناظرہ سے پڑھا۔انہوں نے ۱۹۳۴ء میں چک ۴۹۲ میں ادنی جماعت میں داخلہ لیا۔اس کے بعد لاہور آئے یہاں ۱۹۳۶ء میں راج گڑھ کے ایک پرائمری سکول میں جماعت دوم میں داخل ہوئے۔ جماعت چہارم میں بہتر کارکردگی کی وجہ سے ماسٹر لطیف نے انہیں کلاس کا مانیٹر بنادیا۔ جماعت پنجم میں انہوں نے لاہور ہی کے ایم بی ہائی سکول مزنگ میں داخلہ لیا۔ پانچویں جماعت میں ان کو فلم دیکھنے کی عادت پڑگئی جس کے حوالے سے کہتے ہیں:

> "پانچویں جماعت میں ہی ہمیں فلم دیکھنے کا شوق ہو گیا۔ اس میں دوسرے دوستوں کے علاوہ لالہ کوہلی کا بیٹابلدیوراج قابل ذکر ہے۔ پہلی فلم کا نام "طوفان میل کی واپسی" دیکھی۔اسی شہر میں "پکار"، "پٹواری"،"سکندر اعظم" اور "پروفیسر" فلمیں دیکھیں"۔(۳)

پانچ، چھ سال قیام کے بعد آپ کے والد صاحب ۱۹۴۳ء میں ایک بار پھر انبالہ گیے تو جمیل آذر انبالہ میں مسلم ہائی سکول میں ساتویں جماعت میں داخل ہوئے۔ نویں جماعت سے دسویں جماعت میں آنے کے بعد جمیل آذر نے سکول کے ہیڈ ماسٹر کے کہنے پر سائنس میں داخلہ لیا، حالانکہ ان کا میلان آرٹس کی طرف تھا۔ چونکہ وہ رومانوی، تخیل پسند اور داستانیں، ناول وغیرہ سننے کے شوقین تھے اس وجہ سے کیمیاء اور طبیعات میں ان کی دلچسپی نہیں تھی۔

اس وقت برصغیر میں آزادی کی تحریک زوروں پر تھی اس لیے انہیں سیاست سے دلچسپی پیدا ہوئی اور انہوں نے تحریک پاکستان میں گرم جوشی سے حصہ لیا۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو برصغیر کی تقسیم ہوئی تو انبالہ شہر ہندوستان کے حصے میں آیا اور دوسرے اکثر

مسلمانوں کی طرح جمیل آذر نے بھی پاکستان کی طرف ہجرت کی اور لاہور آئے۔ جہا ں پر انہوں نے مارچ ۱۹۴۸ء میں مسلم ماڈل ہائی سکول میں دسویں جماعت میں داخلہ لیا۔ اور میٹرک سیکنڈ ڈویژن کے ساتھ پاس کیا۔ جمیل آذر کے والد کی دو بیویاں تھیں۔ جمیل آذر کی چار بہنیں تھیں جن کے نام جمیلہ، نسرین، شکیلہ اور شمیم ہیں جبکہ بھائی محمد سلیم اور محمد خلیل تھے۔ جمیل آذر سب بہن بھائیوں میں بڑے تھے اور چونکہ گھر کے حالات مزید تعلیم کے لیے سازگار نہیں تھے اس لیے انہوں نے ۱۹۴۸ء میں (GHQ)راولپنڈی میں کلرکی کا امتحان دیا جس میں وہ کامیاب ہوئے اور یوں وہ بمع خا ندان لاہور سے راولپنڈی منتقل ہوئے۔

۲ جولائی ۱۹۵۹ء کو جمیل آذر کی شادی ثریا بیگم سے ہوئی، جس میں والد ین کی رضامندی شامل تھی۔ جمیل آذر کی عمر شادی کے دوران ۲۹ سال اور ثریا بیگم کی عمر ۲۴ سال تھی۔ ثریا بیگم کا تعلق شعبہ تدریس سے تھا۔ ایم سی ماڈل سکول راولپنڈی سے سبکدوش ہوئیں۔ جون ۲۰۰۵ء کو وہ اس دار فانی سے رحلت کر گئی۔ دونوں کا ازدوا جی سفر ۴۵ سال تک جاری رہا۔ ثریا بیگم نے ہر کٹھن مرحلے پر اپنے شوہر کو بھرپور سہارا دیا۔ اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ جب جمیل آذر نے نامساعد اقتصادی حالت سے دوچار ہو کر ملازمت اختیار کی تو وقتی طور پر تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو گیا، لیکن جب انہوں نے دوبارہ تعلیمی سلسلے کو شروع کرنا چاہا تو ان کو (GHQ) کی ملازمت سے چھٹی لینی پڑی، اس لئے انگریزی میں ماسٹر کرنے کے لئے داخلہ لیا۔ مالی مشکلات کی وجہ سے ثریا بیگم کو اپنے زیورات بیچنے پڑے اور یوں تعلیمی اخراجات پورے کئے۔ "راہِ نوردِ شوق" میں اس واقعے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میں نے گارڈن کالج سے ایم اے انگلش میں
داخلہ لیا تھا اور پورے دو سال کے اخراجات

پورے کرنے تھے۔میری "ملکہ عالیہ" ثریا
نے میرا مستقبل سنوارنے کے لیے بخوشی
اپنے تمام سونے کے زیورات بیچ ڈالے اور
میں پورے استقامت سے اپنے تعلیمی سفر کو کا
میابی سے جاری رکھ سکا۔"(۴)

ان کی بیگم کی اس قربانی کا نتیجہ یہ ہوا کہ جمیل آذر ۱۹۶۷ء کو جی سی کالج بھکر میں انگلش کے لیکچرار منتخب ہوئے جس کا ذکر کرتے ہوئے اکبر حمیدی لکھتے ہیں:

"۱۹۶۷ء میں جی سی کالج بھکر میں انگلش کے لیکچرار ہو گئے۔اسی سال

وہاں

سے تبادلہ کروا کر جی سی کالج اصغر مال راولپنڈی میں تدریس کے

فرائض انجام

دینے لگے۔"(۵)

ثریا بیگم کے چار بچے تھے۔ان میں تین بیٹے اور ایک بیٹی ہیں۔بیٹوں کے نام احمد شکیل غزالی، عادل جمیل اور گوہر جمیل ہیں جبکہ اکلوتی بیٹی کا نام فائزہ ایوب ہے۔فائز فوج میں ڈاکٹر کے عہدے پر فائز ہے۔بڑا فرزند احمد شکیل غزالی پاک فوج میں سکواڈرن لیڈر رہے منجھلا یعنی عادل جمیل (GHQ) میں فرائض انجام دے رہے ہیں، جبکہ چھوٹا بیٹا عادل جمیل امارات ائیر لائینز میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

چونکہ جمیل آذر نے انبالہ جیسے تہذیبی اور ثقافتی دھرتی میں ہوش سنبھالا جہاں پر ناصر کاظمی جیسی قد اور ہستی پیدا ہوئے اس وجہ سے ان کو ناصر کاظمی سے دلی لگاؤ تھا۔اس بارے میں جمیل آذر یوں لکھتے ہیں:

"شعراء میں غالب، میر اور ناصر کاظمی پسند ہے"(۶)

اپنے بچپن کے دوست بلدیوراج کا ذکر کرتے ہوئے "راہ نوردشوق" میں یوں رقم طراز ہیں:

"مجھے اپنے بچپن کا دوست بلدیوراج یاد آجاتا ہے۔ بلدیوراج کوہلی

لالہ

کا منجھلا بیٹا تھا اور گاہکوں سے نہایت محبت اور شفقت سے کاروبار کرتا تھا۔"(۷)

جمیل آذر بچپن ہی سے کھیلوں میں شوق سے حصہ لیا کرتے تھے۔"راہِ نوردِ شوق" میں ا پنے پسندیدہ کھیلوں کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"میں کشتی اور کبڈی کھیلنے کا شوقین تھا۔ کرکٹ کا تو ابھی تک کوئی
خاص شوق نہیں۔ بچپن ایک عجیب دور ہوتا
ہے، کہ گل ڈنڈا کھیلنا یا بنٹے کھیلنا ہی سب سے
بڑھ کر خوشی ہے۔"(۸)

بچپن کے دوستوں کے علاوہ ان کے پختہ عمر کے دوستوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ اس تنا ظر میں جمیل آذر لکھتے ہیں:

"دوستوں کی فہرست بہت طویل ہے جن سے زیادہ قربت رہی،
اور فی الحال تو میں ان کے نام بھی فراموش کر
چکا ہوں۔ پھر بھی وزیر آغا، ڈاکٹر رشید امجد اور
رشید نثار پسندیدہ ہیں۔ ان میں ڈاکٹر وزیر آغا
اور رشید نثار فوت ہو چکے ہیں۔"(۹)

جمیل آذر شروع ہی سے ادب میں گہری دلچسپی رکھتے تھے کیونکہ ان کی پیدائش ایک ایسے ماحول اور خطے میں ہوئی جہاں ادب دوست لوگوں کی کثرت تھی۔ یہاں پر ناصر کاظمی کے کلام کے علاوہ جمیل آذر تیرتھ رام فیروزپوری کے جاسوسی ناولوں کا مطالعہ

بھی شوق سے کرتے تھے، جو انگریزی زبان سے اردو میں منتقل کیے گیے تھے۔ ساتھ ساتھ منٹو، کرشن چندر اور اوپندر ناتھ اشک کی کہانیاں بھی شوق سے پڑھا کرتے تھے۔ مراد یہ ہے کہ شروع ہی سے ادبی ہستیوں کے زیر اثر رہے۔

جمیل آذر جب ایف اے میں پڑھتے تھے تو انگریزی ادب سے آپ کی وابستگی بڑھ گئی۔ ویسے تو شروع ہی سے انگریزی ناول اور (Essay) وغیرہ پڑھتے تھے لیکن انگریزی ایسے (Essay) سے وہ بہت متاثر ہوئے اور یہی چیز انشائیہ کی طرف ان کی رغبت کی وجہ بنی۔ جب راقم الحروف نے ان سے دیگر اصناف ادب کی نسبت انشائیہ کی طرف رجحان مرکوز کرنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے اس حوالے سے اپنے خیالات کا مظاہرہ ان الفاظ میں کیا:

> "انگریزی ادب کا طالب علم ہونے کی وجہ سے میں انگریزی ادب کے قلم کار چیر چل سے بہت متاثر تھا اس لیے میں نے اس صنف کو اپنایا۔"(۱۰)

چونکہ جمیل آذر جیروم کے جیروم سے بہت متاثر تھے لہذا انہوں نے ان کا ایک ایسے (weather) بار بار پڑھا جس کی روشنی میں انہوں نے مزاح سے بھرپور مضمون "برساتی" تحریر کیا۔ پروفیسر اکبر حمیدی "برساتی" کے حوالے سے یوں رقم طراز ہیں:

> "پہلی تحریر ایک طنزیہ مزاحیہ مضمون تھا جو "برساتی" کے نام سے لاہور کے مشہور ادبی رسالے "لیل و نہار" کے شمارہ ۲۹ مارچ ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا۔"(۱۱)

اس مضمون کو بڑی پذیرائی ملی اور اعزازیہ کے طور پر ان کو پچیس روپے ملے۔ خوشی کے اس موقع پر انہوں نے ہوٹل میں ساتھیوں کے لیے کھانے کا اہتمام کیا۔ اور یہی

ان کی با قاعدہ ادبی زندگی کا آغاز بھی ہے۔ سبط حسن چونکہ "لیل ونہار" کے مدیر تھے اور یہ رسالہ ترقی پسند افکار کا عکاس تھا، لہذا انہوں نے کسی سفارش کے بغیر شائع کر

دیا۔ جمیل آذر کی اس کاوش پر اس وقت کے ممتاز افسانہ نگار احمد شریف نے بھی ان کو مبارک باد دی، اور یہ ان کی حوصلہ افزائی کی سب سے بڑی وجہ بنی۔
اسی دوران ڈاکٹر وزیر آغا انشائیہ کی تحریک کو فروغ دینے میں اپنا حصہ ڈال رہے تھے۔ چونکہ "برساتی" میں آغا صاحب کو انشائیے کے نمونے نظر آئے تو انہوں نے جمیل آذر کو انشائیہ کی باریکیاں اور نشانیاں سمجھائیں۔ جب جمیل آذر نے اپنا دوسرا انشائیہ "نیم پلیٹ" کے عنوان سے تحریر کیا تو ڈاکٹر وزیر آغا کو بے حد خوشی ہوئی وہ جمیل آذر کو ایک خط میں یوں رقم طراز ہیں:

"اس بار آپ نے طنزیہ مزاحیہ قبیل کے مضامین سے بالکل الگ
ایک سچ مچ
کا انشائیہ لکھا ہے۔ آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ
آپ اور مشتاق قمر کے انشائیوں کو دیکھ کر مجھے
کس قدر خوشی ہوتی ہے۔"(۱۲)

اس کے بعد جمیل آذر نے یکے بعد دیگرے بہت سے قابل توجہ انشائیے لکھ کر اردو ادب کے ذخیرہ میں اضافہ کیا۔ جمیل آذر کے اب تک چار انشائی مجموعے شائع ہو چکے ہیں، جو مجموعی طور پر (۷۶) انشائیوں پر مشتمل ہیں۔

پہلا مجموعہ "شاخِ زیتون" جو ۱۹۸۱ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہوا، اور اس میں کل انشائیوں کی تعداد سترہ ہے۔ دوسرا مجموعہ "رت کے مہمان" کے نام سے ۱۹۹۴ء میں شا ئع ہوا۔ یہ اٹھارہ انشائیوں پر مشتمل ہے۔ تیسرے نمبر پر "وقت اے وقت" ۲۰۰۷ء

میں زیور طباعت سے آراستہ ہوا، جس میں بیس انشایئے شامل ہیں۔ چو تھا اور آخری مجمو عہ "روشنی اے روشنی" ہے جس میں موجود انشائیوں کی تعداد اکیس ہے۔

ان کی تخلیقی صلاحیت کا اظہار جہاں انشائیہ نگاری میں ہوا ہے وہاں ان کی ادبی کوشش کا ایک اور پہلو یا زاویہ تنقیدات میں بھی رونما ہوا ہے۔ ان کے مختلف موضوعات پر تنقیدی مضامین کو دنیائے ادب میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ان کے کئے تنقیدی مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں ان میں "انشائی تنقید"، "نکاتِ جمیل"، "انشائیہ اور انفر ادی سوچ"، "افسانے کے سات رنگ" اور راہِ نورِ دِ شوق" قابل ذکر ہیں۔ ان کی تنقید ی آراء محض انشائیہ تک محدود نہیں، غزل سے لیکر نظم، افسانہ، ناول وغیرہ پر ان کی تنقیدی خیالات قابل توجہ ہے۔ ان کی تخلیقی جہات کا اظہار جہاں انشائیہ نگاری اور تنقید نگاری میں وقوع پذیر ہوا وہاں ان کی ادبی کاوش کا تیسر ازاویہ ترجمہ نگاری میں بھی ظاہر ہوا ہے۔ اعلی ترجمہ دراصل ایک طرح سے تخلیقیت کا حامل عمل ہے۔ اور قاری اس سے تخلیق کی طرح لطف اٹھا سکتا ہے۔ "Mashayad's Tamasha and other stories" "Selected poems - Wazir Agha" اور "The Day shall Dawn" میں ان کی ترجمہ نگاری جیسے مشکل فن میں ان کے جواہر تلاش کیے جا سکتے ہیں۔ اگرچہ مذکورہ بالا ترجمہ شدہ کتب میں دوسرے احباب نے ان کی اعانت کی ہے لیکن مجموعی طور پر ان کی غالب موجودگی واضح نظر آتی ہے۔

انشائیہ نگاری، تنقید نگاری اور ترجمہ نگاری کے علاوہ جمیل آذر نے صحافت سے بھی رشتہ قائم رکھا اور تادم حیات مختلف اخبارات اور جرائد میں لکھتے رہے۔ متنوع موضوعا ت پر انہوں نے مختلف اوقات میں ادبی اور غیر ادبی مضامین تحریر کیے۔ ان میں روزنا

مہ "نوائے وقت" روزنامہ "جنگ" اور روزنامہ "اوصاف" قابل ذکر ہیں۔ اس کے علا وہ "اخبار جہاں" کو بھی اپنی تحریروں سے زینت بخشی۔ اس کے علاوہ انگریزی کے اخبا رات میں ان کے تبصرے اور کالم بھی دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں جو ایک تسلسل کے سا تھ ملک کے معتبر انگریزی اخبارات "دی مسلم"، "دی نیشن" ، 'ڈان"

اور" دی نیوز" میں شائع ہوتے رہے۔ بحیثیت مجموعی ان کے جملہ انشائیوں میں فنی اور فکری محاسن بدرجہ اتم موجود ہیں۔ ان کے کوششوں سے اس نوخیز صنفِ ادب نے تر قی کے مدارج طے کیے ورنہ ابتداء سے لے کر اب تک اس صنف کے خداوسطے دشمنو ں کی کوئی کمی نہیں رہی۔ انہوں نے استقامت اور تسلسل کے ساتھ بہترین انشائیے لکھ کر اس صنف کو قابل قدر مقام عطا کیا۔ ان کے انشائیوں میں ایک خاص قسم کا توازن پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے قاری ان کے انشائیوں کی قراءت میں گہری دلچسپی لے رہا ہے۔ متنوع موضوعات کی خاطر ان کا مقام و مرتبہ بحیثیت انشائیہ نگار منفرد اور اعلی ہے۔ اگرچہ ان کے انشائیوں کے موضوعات بظاہر سطحی اور غیر معروف معلوم ہوتے ہیں لیکن ان میں بہت زیادہ گہرائی اور گیرائی پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معاصر انشا ئیہ نگاروں میں ان کی تحریروں یا انشائیوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ انہوں نے انشائیہ سے متعلق ابہام کو دور کرنے کے لیے تحقیقی اور تنقیدی مضامین بھی قلم بند کیے جس کے وجہ سے شائقین ادب میں انشائیہ کی طرف توجہ بڑھ گئی۔

حوالہ جات

۱۔ پروفیسر جمیل آذر، خط بنام رقم، ۵ مارچ ۲۰۱۸ء

۲۔ ایضاً

۳۔ پروفیسر جمیل آذر، (ٹیلی فونک انٹرویو)، ۱۵ فروری ۲۰۱۷ء
۴۔ پروفیسر جمیل آذر، ''راہِ نورِ شوق''، مکتبہ فکر وخیال، لاہور ۲۰۰۸ء، ص ۱۲۹
۵۔ پروفیسر اکبر حمیدی، بحوالہ، ''انشائیہ اور انفرادی سوچ'' از پروفیسر جمیل آذر، نقش گر پبلی کیشنز، راولپنڈی ۲۰۰۴ء، ص ۱۷۵
۶۔ پروفیسر جمیل آذر، خط بنام راقم، ۵ مارچ ۲۰۱۸ء
۷۔ پروفیسر جمیل آذر، ''راہِ نورِ شوق''، مکتبہ فکر وخیال، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۱۷
۸۔ ایضاً، ص ۶۴
۹۔ پروفیسر جمیل آذر، خط بنام راقم، ۵ مارچ ۲۰۱۸ء
۱۰۔ ایضاً
۱۱۔ پروفیسر اکبر حمیدی، بحوالہ، ''انشائیہ اور انفرادی سوچ'' از پروفیسر جمیل آذر، نقش گر پبلی کیشنز، راولپنڈی ۲۰۰۴ء، ص ۱۷۵
۱۲۔ ڈاکٹر وزیر آغا، بحوالہ، ''انشائیہ اور انفرادی سوچ'' از پروفیسر جمیل آذر، نقش گر پبلی کیشنز، راولپنڈی ۲۰۰۴ء، ص ۵۶